ڈاکٹر علامہ اقبالؒ

کے

شکوہ، جوابِ شکوہ

کی

نثری ترجمانی

از

الحاج امیر اللہ عنبر خلیقی

ڈاکٹر علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ

کا

شکوہ، جواب شکوہ

اور

اس کی سلیس زبان میں مختصر نثری ترجمانی

بقلم

الحاج امیر اللہ عنبر خلیقی

مومن پورہ، ناگپور

کتاب کا نام : شکوہ، جواب شکوہ
مصنف : حضرت علامہ اقبالؒ
نثری ترجمانی : الحاج امیر اللہ عنبر خلیقی
قبرستان روڈ، مومن پورہ، ناگپور/۴۴۰۰۱۸ (مہاراشٹر)
ناشر : رضوان احمد عنبر
سرورق : الحاج امیر اللہ عنبر خلیقی
کمپوزرس : محمد رفیع الدین/ شبانہ پروین
کمپیوٹر کمپوزنگ : ساحل کمپیوٹرس، حیدری روڈ، مومن پورہ، ناگپور
طباعت : شاہد پرنٹرس، نزد بڑی مسجد، ٹیکہ، ناگپور
سالِ اشاعت : ۲۰۱۰ء
ہدیہ : ۲۰/روپے

ملنے کے پتے:

☆ عنبر خلیقی منزل، قبرستان روڈ، مومن پورہ، ناگپور/۴۴۰۰۱۸ (مہاراشٹر)
☆ پروفیسر اقتدار افسر، مسجد مدار المہام، پاتر پری گھاٹ، بھوپال (ایم پی)
☆ بمبئی اسٹورس، نزد گول بازار، کامٹی، ضلع ناگپور (مہاراشٹر)
☆ حسن بیباک، لوہار منڈی، برہانپور
☆ صالحہ بک ڈپو، بالمقابل جامع مسجد، محمد علی روڈ، مومن پورہ، ناگپور/۴۴۰۰۱۸ (مہاراشٹر)

”اسلامیات“

حمد باریٰ تعالیٰ

بر کلام محترم شفیع مونسؔ (نائب امیر جماعت اسلامی)

یہ عطائے علم سے ہی بات آئی ہے قریں
جس جگہ سوچوں تجھے موجود ہے تو ہی وہیں
تو ہی تُو ہے اور نہیں ہے کوئی تیرا ہم نشیں
حمد کے لائقِ فقط تُو ہے الٰہ العالمین
دوسرا کوئی نہیں ہے بالیقیں کوئی نہیں

کائناتِ آگہی میں رفعتِ پرواز ہے
بس نبیؐ کی ذات کو عرفاں پہ تیرے ناز ہے
اُس کا ہے ہمراز تو اور وہ ترا ہمراز ہے
یہ تری شانِ کریمی کا ہی اک انداز ہے
آستانِ حق پہ جھک جاتی ہے مومن کی جبیں

تیرے حق میں لکھ سکوں میری کہاں اوقات ہے
تیری قدرت میں یہ ساری گردشِ دن رات ہے
ذکر میں ہر بات سے بڑھ کر تری ہی بات ہے
ہے ہمہ بھی مرہمہ بھی صرف تیری ذات ہے
شان یہ ہرگز کسی مخلوق کی ہرگز نہیں

جس کو تعلیمات سے اللہ کا عرفاں نصیب
جس کو حاصل ہے ہدایت جس کو ہے قرآں نصیب
جاننے پہچاننے کو جس کو ہے فرقان نصیب
جس کو خوش بختی سے ہے توحید پر ایماں نصیب
آفریں قسمت کو اُس کی آفریں صد آفریں

ہم بنے ہے تیرے صائم، حد ہے یہ احسان کی
ہے ہدایت بھی ملائم، جس سے دل میں تازگی
تیری ہستی صرف دائم، تجھ سے میری زندگی
تو کہ ہے بالذات قائم، زندۂ جاوید بھی
زیست ہر شئے کی تری شانِ کریمی کی رہیں

ذکر میں اور فکر میں عنبرؔ حدیثِ جاوداں
جس میں ہیں مشغول ہر دم یہ زمین و آسماں
ہے کہاں عظمت خدا کی اور بندہ ہے کہاں
ہے دعا یاربّ تری تکبیر ہو وردِ زباں
اور تیری یاد ہو مونسؔ کے دل میں جاگزیں

تضمین کار: **امیر اللہ عنبرؔ خلیقی**

"اسلامیات"

روداد الم بارگاہِ رسالت میں

تضمین بر نعتِ محترم عامر عثمانی مرحوم (مدیر تجلی)

اے دونوں جہانوں کی رحمت ہے چاروں طرف تیرا ہی کرم
یوں دین مکمل ہے تجھ سے، باقی ہے کہاں اب کوئی سقم
جب دل میں بسیں یادیں تیری، سب دور ہوئے ہیں رنج والم
تنویر مجسم ذات تری ہے تجھ سے ہی ملت کا بھرم
عرفان کی منزل پانے کو، نظروں میں ترے ہی نقش قدم

دنیا کی نگاہوں کی زد پر یہ قوم ہی لوٹی جاتی ہے
عظمت کا نہیں ہے نام ونشاں نفرت سے ہی دیکھی جاتی ہے
امید بھی ہے ٹکڑے ٹکڑے، ہر آس بھی ٹوٹی جاتی ہے
طوفاں ہیں کہ ٹوٹے پڑتے ہیں، کشتی ہے کہ ڈوبی جاتی ہے
محرومِ عمل ملاحوں میں، طاقت ہے نہ بل ہمت ہے نہ دم

آپس میں نفاق اور نفرت سے حاوی ہے جہاں کی چالاکی
یوں قوت بازو ختم ہوئی سہتے ہیں جہاں کی سفاکی
ظلمات میں گھوڑے دوڑائے، اب بھول گئے ہیں تیرا کی
ہیں خوف کی شدت سے لرزاں، مشہور تھی جن کی بیباکی
ہیں پست و ذلیل وخوار و زبوں، مشہور تھا جن کا جاہ وحشم

کشکول میں جب غیرت ہی نہیں صورت ہے کسی فریادی کی
رہتے ہیں جہاں اہل ملت، حالت ہے بری اس وادی کی
بکھری بکھری یوں اُمت ہے، امید نہیں آبادی کی
دل ہو بھی چکا ٹکڑے ٹکڑے حد ہو بھی چکی بربادی کی
کمزور کہاں تک جھیلیں گے اپنوں کی جفا، غیروں کے ستم

تسکین ہے تیرے دامن میں اور اپنی نظر ترسی ترسی
کوئی نہ ملا تیرے جیسا، ہر سمت نظر جب ڈالی تھی
اے رحمت عالم! رہبر حق، تیری ہی طرف سے آئے گی
بس ایک اشارہ ہلکا سا، بس ایک توجہ ہلکی سی
پھر تیری نظر کے مستوں کو، کس چیز کا ڈر، کس بات کا غم

ویسے تو ہر اک آسانی کو دینے کو جہاں ہے آمادہ
لیکن ترے حرف آخر نے کیا ہم سے لیا حق کا وعدہ
اس واسطے اپنے سینے میں جاگا ہے یہی جذبہ سادہ
اے نجم سحر! ہے عامر بھی، شیدائے جمال نادیدہ
شاید کہ تجھے رحم آجائے، فریاد ہے لب پر آنکھ ہے نم

تضمین کار: امیر اللہ عنبر خلیقی



توجیہہ

شاعری کا ذوق رکھنے والے چند نوجوانوں سے گفتگو کے دوران یہ بات میرے علم میں آئی کہ نوجوان طبقہ علامہ اقبالؒ سے عقیدت رکھتا ہے، ان کی شاعری کو مشعلِ راہ سمجھتا ہے۔ خصوصاً شکوہ جواب شکوہ کا مداح ہے لیکن اس کو پڑھتے ہوئے اس دِقّت سے گزرتا ہے کہ بیشتر فارسی الفاظ اور دقیق شعری ترکیبوں کی وجہ سے شعر سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔

اس مسئلے کو میں نے فکری اور جذباتی طور پر محسوس کیا اور اس کو حل کرنے کی غرض سے شکوہ کے ۳۱ بند اور جواب شکوہ کے ۳۶ بند کے ہر مصرع کی آسان اور مختصر مگر جامع ترجمانی ہر مصرع کے ساتھ تحریر کردی۔

اس اقدام سے اگر میرے رہنما حضرت علامہ اقبالؒ کے کلام کا مفہوم لوگوں تک پہنچ گیا تو یہ میرے لیے سعادت کی بات ہی نہیں ہوگی بلکہ علامہ اقبال سے میری عقیدت کا حق بھی ادا ہو جائے گا۔

امیر اللہ عنبر خلیقی

حضرت علامہ اقبالؒ کے ترانے کی تضمین

(۱)

قرآن نے بتایا ہے آسماں ہمارا
فکر و نظر کا رقبہ، ہے بیکراں ہمارا
ایماں کا ہر تقاضہ آرامِ جاں ہمارا
چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

(۲)

دنیا میں ہر جگہ ہیں، کہئے کہاں نہیں ہم
ہمت جواں ہے اپنی اب ناتواں نہیں ہم
منزل سے دور تر ہو وہ کارواں نہیں ہم
باطل سے دبنے والے، اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

(۳)

نکلے کبھی تھے تنہا وہ دن ہے یاد تجھ کو
قطرے بنے تھے دریا وہ دن ہے یاد تجھ کو
عزم و یقیں جواں تھا وہ دن ہے یاد تجھ کو
اے آبرودِ گنگا وہ دن ہے یاد تجھ کو
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا

(۴)

ہر وقت بے نیازِ سود و زیاں ہوئے ہیں
جب وقت نے پکارا، تیر و کماں ہوئے ہیں
فتنوں نے جب جھنجھوڑا، برقِ تپاں ہوئے ہیں
تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

(۵)

قلب حزیں میں پیدا کر پہلے ڈر خدا کا
سجدوں کو زندگی دے حاضر ہے در خدا کا
دل میں ہو حُبِّ احمدؐ اور ذکر کر خدا کا
دنیا کے بتکدے میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم پاسباں ہیں اس کے وہ پاسباں ہمارا

(۶)

کانوں میں اپنے کوئی نغمہ سرا ہے گویا
آنکھوں میں نورِ حق کا منظر بھرا ہے گویا
ہمت سے محنتوں سے، گلشن ہرا ہے گویا
اقبال کا ترانہ، بانگ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

تضمین کار...... امیر اللہ عنبر خلیقی

شکوہ

کیوں زیاں کار بنوں، سود فراموش رہوں
فکرِ فردا نہ کروں، محوِ غمِ دوش رہوں

میں کیوں نقصان کرنے والا بنوں، اور فائدہ کو بھول جاؤں
میں مستقبل کی کوئی فکر نہ کروں اور آج کے غم کاندھے پر لادے رہوں

نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہمنوا! میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں

صرف بلبل کے نالے ہی سنوں اور اسی پر کان لگائے رہوں
اے دوست! کیا میں کوئی پھول جیسا ہوں کہ چپ رہوں

جرأت آموز مری تابِ سخن ہے مجھ کو

میری ہمت نے مجھے بولنے کی مجال دی ہے

شکوہ! اللہ سے خاکم بدہن ہے مجھ کو

میرے منہ میں خاک کہ میں اللہ کے سامنے شکایت کر رہا ہوں

ہے بجا شیوۂ تسلیم میں مشہور ہیں ہم
قصۂ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم

یہ صحیح ہے کہ تجھے ماننے اور تسلیم کرنے میں ہم مشہور ہیں
اپنے درد کا قصہ اس لئے سناتے ہیں کہ مجبور ہوگئے ہیں

ساز خاموش ہیں فریاد سے معمور ہیں ہم
نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم

سارے ساز خاموش ہیں لیکن ہم فریاد سے بھرے ہوئے ہیں
ہمارے لب پر درد کی پکار آتی ہے تو یہ ہماری معذوری ہے

اے خدا! شکوۂ اربابِ وفا بھی سن لے

اے ہمارے خدا! تیرے ساتھ وفا کرنے والوں کی شکایت بھی سن لے

خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

اور تیری تعریف اور توصیف کرنے والوں سے تھوڑا گلہ بھی سن لے

تھی تو موجود ازل سے ہی تری ذات قدیم
تیری قدیم ذات تو ابتدا سے ہی موجود تھی
پھول تھا زیب چمن پر نہ پریشاں تھی شمیم
چمن میں پھول تھے لیکن ان کی خوشبو کی ہوا پریشان نہیں تھی
شرط انصاف ہے، اے صاحب الطاف عمیم
صرف یہاں انصاف کی شرط ہے اے، ہم پر عام طور سے کرم کرنے والے
بوئے گل پھیلتی کس طرح جو ہوتی نہ نسیم؟
اگر صبح کی ٹھنڈی ہوا نہ ہوتی تو پھولوں کی خوشبو کیسے پھیلتی

ہم کو جمعیتِ خاطر یہ پریشانی تھی
ہم کو اجتماعی تسلی اور اطمینان کے لیئے ہی پریشانی تھی
ورنہ امت ترے محبوب کی دیوانی تھی
ورنہ تیرے نبی کی امت تو تیرے محبوب کی ہر طرح دیوانی تھی

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
ہم ایمان والوں سے پہلے جہان کا منظر عجیب تھا
کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر
کہیں پتھروں کے سامنے سر جھکتے تھے کہیں درختوں کو پوجا جاتا تھا
خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر
انسانوں کی نظر مجسم خدا کو دیکھنے کی عادی تھی
مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیوں کر؟
اس لئے کوئی بغیر دیکھے خدا کو کیوں مانتا

تجھ کو معلوم تھا لیتا تھا کوئی نام ترا؟
یہ تجھے معلوم ہے کہ تیرا نام لینے والا دنیا میں کوئی نہ تھا
قوتِ بازوئے مسلم نے کیا کام ترا؟
اس کام کو صرف مسلمانوں کے بازو کی قوت نے انجام دیا

بس رہے تھے یہاں سلجوق بھی تورانی بھی
یہاں سلجوقی اور تورانی قوم بھی آباد تھی
اہل چیں، چین میں، ایران میں ساسانی بھی
چین میں چینی تھے اور ایران میں ساسانی قوم بھی تھی
اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی
اس دنیا میں یونانی بھی آباد تھے
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی
اور اسی دنیا میں یہودی اور عیسائی بھی رہتے تھے

پر ترے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے
لیکن وہ کون تھے جنھوں نے تیرے نام پر تلوار اٹھائی
بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے
اور وہ کون تھے جنھوں نے بگڑے ہوئے ماحول کی اصلاح کی تھی

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
وہ ہم ہی تھے جو تیرے لئے لڑتے رہے

خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں
یہ لڑائی کبھی خشکی میں اور کبھی دریاؤں میں ہوتی رہی

دیں اذانیں کبھی یوروپ کے کلیساؤں میں
ہم ہی تھے جو یوروپ کے کلیساؤں میں اذانیں دیتے رہے

کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
اور کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے ریگستانوں میں تیری توحید کی صدا لگائی

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی
ہماری آنکھوں میں کسی بھی بادشاہ کی شان بھاتی نہیں تھی

کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی
بلکہ ہم تلواروں کی چھاؤں میں تیرا ہی کلمہ پڑھتے تھے

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لئے
اگر ہم جی رہے تھے تو فقط جنگ وجدل کی مصیبت جھیلنے کے لئے

اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لئے
زندگی قربان کر رہے تھے تو تیرے نام کی بڑائی کے لئے

تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے
ہماری تلوار بازی حکومت قائم کرنے کے لئے نہ تھی

سر بکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کے لئے
ہم ہتھیلی پر اپنا سر لے کر دولت کی لالچ میں نہیں پھرتے تھے

قوم اپنی جو زر و مال جہاں پر مرتی
اگر یہ قوم مال و زر کی لالچ کے لئے مرتی

بت فروشی کے عوض، بت شکنی کیوں کرتی
تو بتوں کو بیچنے کے بجائے بتوں کو توڑنے کا کام کیوں کرتی

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
اگر ہم جنگ میں اڑ جاتے تھے تو ٹالے نہیں ٹلتے تھے

پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے
ہمارے خوف سے شیروں جیسے بہادر بھی میدان چھوڑ دیتے تھے

تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
اگر کوئی تیرے نام پر شرارت کرتا تو ہمارے مزاج بگڑ جاتے تھے

تیغ کیا چیز ہے؟ ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
اس وقت تلوار ہی نہیں بلکہ توپوں کا بھی مقابلہ کرتے تھے

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
ہم نے ہی ہر دل پر تیری وحدانیت کا نقشہ بٹھایا ہے

زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے
اور خنجر کے نیچے رہ کر بھی تیرا پیغامِ حق سنایا ہے

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے؟
اے پروردگار تو ہی کہہ دے کہ خیبر کے در کو کس نے اکھاڑا

شہر قیصر کا جو تھا، اس کو کیا سر کس نے؟
جو قیصر روم کا شہر تھا اسے کس نے فتح کیا

توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے؟
تیرے جو بندے خدا بنے تھے انھیں کس نے توڑا

کاٹ کر رکھ دیے کفار کے لشکر کس نے؟
اور کافروں کے عظیم لشکروں کو کس نے کاٹ کر رکھ دیا

کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایراں کو؟
وہ کون تھے جنھوں نے ایران کے اگیارے کی آگ بجھائی

کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو؟
اور وہ کون تھے جنھوں نے تیری یاد کو زندگی عطا کی

کون سی قوم فقط تیری طلب گار ہوئی؟
وہ کون سی قوم تھی جس کی طلب فقط تیری ذات اقدس ہی رہی

اور تیرے لئے زحمت کش پیکار ہوئی؟
اور جس نے تیرے ہی لئے جنگ وجدل کی تکلیفیں اٹھائیں

کس کی شمشیر جہانگیر، جہاں دار ہوئی؟
وہ کون تھے جن کی جہاں کو فتح کرنے والی تلوار نے بادشاہت کی

کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی
اور کون تھے جن کی تکبیروں سے تیری دنیا بیدار ہوئی

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
وہ کون تھے جن کے خوف سے بت ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے

منہ کے بل گر کے ھو اللہ احد کہتے تھے
اور منہ کے بل گر کر وہی ایک خدا ہے کہا کرتے تھے

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
اگر جنگ کے دوران نماز کا وقت آگیا

قبلہ رو ہوکے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
تو حجاز کی قوم قبلے کی طرف رخ کرکے سجدہ ریز ہوئی

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
محمود بادشاہ اور اس کا غلام ایاز ایک صف میں کھڑے ہوئے

نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
اور ان میں نہ کوئی غلام رہا اور نہ کوئی آقا

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
غلام و آقا اور غریب و امیر ایک ہوگئے

تیری سرکار میں پہونچے تو سبھی ایک ہوئے
جب تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے تو سب ایک صف میں ہوگئے

محفل کون و مکاں میں سحر و شام پھرے
زمین و آسمان کی محفلوں میں صبح اور شام پھرتے رہے

مئے توحید کو لے کر صفت جام پھرے
توحید کی شراب کو لے کر جام کی طرح گردش کرتے رہے

کوہ میں دشت میں لے کر تیرا پیغام پھرے
جنگل اور پہاڑ میں بھی تیرے پیغام سناتے رہے

اور معلوم ہے تجھ کو، کبھی ناکام پھرے
اور تجھے یہ بھی علم ہے کہ ہم کبھی ناکام و نامراد لوٹے

دشت تو دشت ہے، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
جنگل ہی نہیں بلکہ دریاؤں کو بھی ہم نے نہیں چھوڑا

بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے
ظلمات کے سمندر (بحر اوقیانوس) میں بھی ہم نے اپنے گھوڑوں کو دوڑا دیا

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے
دنیا کے ورق سے ہم نے باطل کو مٹا دیا

نوع انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
انسانوں کی ذات کو غلامی سے نجات دلائی

تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے
تیرے کعبے کو ہم نے اپنی پیشانی کے سجدوں سے سجا دیا

تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے
اور تیرے قرآن کو بھی سینے سے لگائے رہے

پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
پھر بھی ہم سے یہ شکایت کیوں کہ ہم وفادار نہیں ہیں

ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں
اگر ہم وفادار نہیں ہیں تو تو بھی تو دلوں کو تھامنے والا نہیں

امتیں اور بھی ہیں، ان میں گنہگار بھی ہیں
جہاں میں اور بھی امتیں ہیں ان میں گناہ کرنے والے بھی ہیں

عجز والے بھی ہیں، مست مئے پندار بھی ہیں
ان میں عاجزی کرنے والے اور شراب فکر کے متوالے بھی ہیں

ان میں کاہل بھی ہیں، غافل بھی ہیں، ہشیار بھی ہیں
ان میں کاہل انسان بھی ہیں، غفلت کرنے والے اور ہوشیار بھی ہیں

سینکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں
اور ان میں سینکڑوں ایسے بھی ہیں جو تیرے نام سے بیزار ہیں

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
لیکن تیری رحمتیں غیروں کے کاشانوں پر برستی ہیں

برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر
اور اگر بجلی گرتی ہے تو صرف قابل رحم مسلمانوں پر

بت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے
مندروں کے بت کہتے ہیں کہ مسلمان چلے گئے

ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے نگہبان گئے
ان کو اس بات کی خوشی ہے کہ کعبے کی نگہبانی کرنے والے گئے

منزل دہر سے اونٹوں کے حدی خوان گئے
دنیاوی منزل کے راستوں سے اونٹوں کو نغمہ سنانے والے گئے

اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے
اور وہ اپنی بغل میں قرآن بھی دبا کر چلے گئے

خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں
اس بات پر کفر مسکراتا ہے، اس کا احساس تجھے ہے کہ نہیں

اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں
تجھے اپنی وحدانیت کا لحاظ ہے کہ نہیں

یہ شکایت نہیں، ہیں ان کے خزانے معمور
ہمیں یہ شکایت نہیں ہے کہ ان کے خزانے کیوں بھرے ہیں

نہیں محفل میں جنھیں بات بھی کرنے کا شعور
جن کو محفل میں بات کرنے کی بھی تمیز نہیں ہے

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور و قصور
یہ کتنے غضب کی بات ہے کافروں کو حسینائیں اور محلات ملیں

اور بے چارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور!
اور بے چارے مسلمانوں کو صرف حور کے ملنے کا وعدہ

اب وہ الطاف نہیں، ہم پہ عنایات نہیں
اب ہم پر تیرے وہ کرم اور ہم پر تیری مہربانیاں نہیں

بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں؟
آخر اس میں کیا بات ہے کہ ہماری پہلے جیسے خاطرداری نہیں

کیوں مسلمانوں میں ہے دولت دنیا نایاب
دنیا کی دولت مسلمانوں کے پاس کیوں نہیں ہے

تیری قدرت تو ہے وہ جس کی نہ حد ہے نہ حساب
جبکہ تیری قدرت کی دین کی کوئی حد نہ حساب ہے

تو جو چاہے تو اٹھے سینۂ صحرا سے حباب
اگر تو چاہے تو ریگستان کے سینے سے پانی کے بلبلے اٹھیں

رہروِ دشت ہو سیلِ زدۂ موج سراب
دشت وصحرا میں چلنے والے سراب کی موج سے سیلاب لیں

طعن اغیار ہے، رسوائی ہے، ناداری ہے
ہم پر غیروں کی طعنہ کشی ہے، بدنامی ہے اور غربت ہے

کیا ترے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے
کیا تیرے نام پر مرنے والوں کا معاوضہ صرف ذلت ہے

بنی اغیار کو اب چاہنے والی دنیا
دنیا اب غیروں کو چاہنے والی بن گئی ہے
رہ گئی اپنے لئے ایک خیالی دنیا!
اور ہمارے لئے صرف ایک خیالی دنیا رہ گئی ہے

ہم تو رخصت ہوئے اوروں نے سنبھالی دنیا
ہم اپنی ذمہ داریوں سے دور ہو گئے تو دوسروں نے دنیا سنبھالی
پھر نہ کہنا ہوئی توحید سے خالی دنیا!
پھر یہ نہ کہنا کہ توحید سے دنیا خالی ہو گئی ہے

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے
ہم صرف اس لئے جی رہے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام باقی رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے
یہ کہاں سے ممکن ہے کہ ساقی غائب ہوجائے اور جام رہ جائیں

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
تیری بندگی کی محفل نہیں رہی تو تیرے چاہنے والے چلے گئے
شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے
ان کے ساتھ رات کی آہ وزاری اور سویرے کی پکار بھی گئی

دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلہ لے بھی گئے
اپنے دل کے جذبے دے گئے اور اس کا صلہ بھی لے گئے
آکے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے
مگر ابھی آکر اقتدار کی محفل میں بیٹھے نہیں تھے کہ نکال دیئے گئے

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
تیرے عاشق آئے اور مستقبل کا وعدہ لے کر چلے گئے
اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر
اب ان کو کوئی رخ کا چراغ لے کر ڈھونڈ

درد لیلیٰ بھی وہی، قیس کا پہلو بھی وہی
لیلیٰ کا درد بھی وہی ہے اور مجنوں کی تڑپ کا پہلو بھی وہی
نجد کے دشت وجبل میں رم آہو بھی وہی
علاقۂ نجد کے جنگل اور پہاڑ میں ہرنوں کا چرنا بھی وہی

عشق کا دل بھی وہی حسن کا جادو بھی وہی
عشق کے دلی جذبات بھی وہی اور حسن کی جادوگری بھی وہی
امت احمد مرسلؐ بھی وہی تو بھی وہی
احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی وہی ہے اور تو بھی وہی

پھر یہ آزردگی غیر سبب کیا معنی؟
تو پھر یہ بلاوجہ کا رنج و غم کیا معنی رکھتا ہے
اپنے شیداؤں پہ یہ چشم غضب کیا معنی؟
اور اپنے چاہنے والوں پر تیرے غضب کی آنکھ کیوں ہے

تجھ کو چھوڑا کہ رسول عربی کو چھوڑا؟ بت گری پیشہ کیا، بت شکنی کو چھوڑا؟

ہم نے تجھ کو چھوڑا کہ تیرے عربی رسولؐ کو بھلایا ہم نے بت بنانے کا پیشہ اختیار کیا یا بتوں کو توڑنا چھوڑ دیا

عشق کو، عشق کی آشفتہ سری کو چھوڑا رسم سلمانؓ و اویس قرنیؓ کو چھوڑا؟

عشق کو اور اس کی خوش فکری کو چھوڑا یا سلمانؓ اور اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ کی جیسی محبت سے انحراف کیا

آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں

ہم اب بھی تیری بڑائی کی آگ کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں

زندگی مثل بلالِ حبشی رکھتے ہیں

اور اپنی زندگی بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی مثالی رکھتے ہیں

عشق کی خیر، وہ پہلی سی ادا بھی نہ سہی جادہ پیمائی و تسلیم و رضا بھی نہ سہی

ہم یہ جانتے ہیں کہ تیرے لئے ہماری چاہت پہلے جیسی نہیں ہے جادہ پیمائی اور تسلیم و رضا کا عالم پہلے جیسا نہیں ہے

مضطرب دل صفت قبلہ نما بھی نہ سہی اور پابندیٔ آئین وفا بھی نہ سہی

قبلہ نما کی طرح ہمارا دل پہلے جیسا مضطرب نہیں ہے اور ہم تیرے احکامات کو پہلے کی طرح نہیں مانتے

کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے

لیکن تیری توجہ بھی تو کبھی ہم پر اور کبھی غیروں پر ہے

بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہرجائی ہے

یہ بات کہنا تو نہیں چاہئے مگر لگتا ہے تو بھی ہرجائی ہے

سر فاراں پہ کیا دین کو کامل تو نے اک اشارے میں ہزاروں کے لئے دل تو نے

فاراں (مکہ مدینہ) کی چوٹیوں پر تو نے دین کی تکمیل کی تیرے نبیؐ کے اک اشارے میں تو نے ہزاروں کے دل لے لئے

آتش اندوز کیا عشق کا حاصل تو نے پھونک دی گرمیٔ رخسار سے محفل تو نے

تیرے لئے ہماری چاہت کے حاصل کو گرمیٔ الفت دی اور ہماری محفل کو جمال کی گرمی سے پھونک دیا

آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں؟

پھر آج ہمارے سینے ان شعلوں سے آباد کیوں نہیں ہیں

ہم وہی سوختہ ساماں ہیں تجھے یاد نہیں؟

ہم وہی دل جلے ہیں کیا تجھے یہ یاد نہیں ہے

وادیٔ نجد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا
آج نجد کی وادی میں بیڑیوں اور زنجیروں کا وہ شور نہیں
قیس دیوانۂ نظارۂ محمل نہ رہا
آج مجنوں بھی لیلیٰ کی محمل کے نظارے کا دیوانہ نہیں

حوصلے وہ نہ رہے، ہم نہ رہے، دِل نہ رہا
ہمارے پہلے جیسے حوصلے نہ رہے کہ ہم وہ نہیں رہے نہ ہمارا دل ویسا رہا
گھر یہ اجڑا ہے کہ تو رونق محفل نہ رہا
یہ گھر اس لئے اجڑ گیا کہ اس میں تیری یاد کی رونق نہیں

اے خوش آں روز کہ آئی وہ بصد ناز آئی
یہ خوشگوار دن ہے کہ وہ آئی تو سینکڑوں ناز کے ساتھ آئی
بے حجابانہ سوئے محفل ما باز آئی
اور بے جھجک میری محفل میں آنے سے رک گئی

بادہ کش غیر ہیں گلشن میں لب جو بیٹھے
پینے والے دوسرے لوگ ہیں جو گلشن میں نہر کنارے بیٹھے ہیں
سنتے ہیں جام بکف نغمۂ کوکو بیٹھے
اور وہ اپنے ہاتھوں میں جام لے کر بیٹھے پرندکی کوکو سنتے ہیں

دورِ ہنگامۂ گلزار سے یک سو بیٹھے
باغ کے ہنگامے سے دور وہ یک سوئی سے اک جگہ بیٹھے ہیں
تیرے دیوانے بھی ہیں منتظر ھو بیٹھے
اور اے خدا تیرے دیوانے بھی نعرۂ ھو کی صدا کے منتظر بیٹھے ہیں

اپنے پروانوں کو پھر ذوق خود افروزی دے
پھر تو اپنے پروانہ وار چاہنے والوں کو خود جل جانے کا شوق دے
برق دیرینہ کو فرمان جگر سوزی دے
اور پرانی بجلیوں کو ہمارے دل جگر جلا دینے کا حکم دے

قوم آوارہ عناں تاب ہے پھر سوئے حجاز
ایک آوارہ قوم پھر اپنی مرضی کی لگام تھامے حجاز کے سمت چلی
لے اڑا بلبل بے پر کو مذاق پرواز
وہ بلبل جس کے پر نہیں ہیں اس کو اس کا جذبۂ پرواز لے اڑا

مضطرب باغ کے ہر غنچے میں ہے بوئے نیاز
باغ کے ہر غنچے میں نیاز مندی کی بو سے جو بے چینی ہے
تو ذرا چھیڑ تو دے تشنۂ مضراب ہے ساز
اس لئے تو اسے چھیڑ دے جو ساز مضراب کا پیاسہ ہے

نغمے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لئے
اس لئے کہ نغمے بے تاب ہیں کہ وہ ساز کے تاروں سے نکلیں
طور مضطر ہے اسی آگ میں جلنے کے لئے
اور کوہ طور بھی اسی آگ میں پھر جلنے کو بے چین ہے

مشکلیں امت مرحوم کی آساں کردے
مور بے مایہ کو ہمدوش سلیماں کردے

جس قوم کے جذبات مردہ ہوگئے اس کی مشکلیں آسان کردے
اور اس بے قیمت مور کو سلیمان علیہ السلام کے نزدیک کردے

جنس نایاب محبت کو پھر ارزاں کردے
ہند کے دیر نشینوں کو مسلماں کردے

وہ محبت کی جنس جو نایاب ہوگئی ہے اسے پھر سستی کردے
اور ہندوستان کے بت پرستوں کو مسلماں کردے

جوئے خوں می چکداز حسرت دیرینۂ ما

ہماری پرانی حسرتوں کا خون سوکھ چکا ہے

می تپد نالہ بہ نشتر کدۂ سینۂ ما

اور مجھے پتہ ہے ہمارے سینے کا خون پی کر نشتر بھی سوکھ چکا

بوئے گل لے گئی بیرون چمن، راز چمن
کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غماز چمن

پھول کی خوشبو چمن کے راز کو چمن سے باہر لے گئی
اور کیا غضب کی بات ہے کہ خود پھول چغلی کھا رہے ہیں

عہد گل ختم ہوا، ٹوٹ گیا ساز چمن
اڑ گئے ڈالیوں سے زمزمہ پرواز چمن

پھولوں کا دور ختم ہوا اور چمن کا نظام ٹوٹ گیا
اور ڈالیوں سے پرواز کی صدا دینے والے چمن سے اڑ گئے

ایک بلبل ہے کہ ہے محو ترنم اب تک

مگر صرف ایک بلبل ہے جو ترنم سے نغمے گا رہی ہے ابھی تک

اس کے سینے میں ہے نغموں کا تلاطم اب تک

اور اس کے سینے میں نغموں کا اب تک جوش مچل رہا ہے

قمریاں شاخ صنوبر سے گریزاں بھی ہوئیں
پتیاں پھول کی جھڑ جھڑ کے پریشاں بھی ہوئیں

قمریاں (چھوٹی چڑیاں) صنوبر کی شاخ سے بیزار ہوگئیں
پھول کی پتیاں جھڑ جھڑ کے بکھر گئیں

وہ پرانی روشیں باغ کی ویراں بھی ہوئیں
ڈالیاں پیرہن برگ سے عریاں بھی ہوئیں

اور باغ کے وہ پرانے راستے ویران ہوگئے
درختوں کی ڈالیاں پتوں کا لباس نہ ہونے سے ننگی ہوگئیں

قید موسم سے طبیعت رہی آزاد اس کی

اس کی طبیعت موسم کی قید سے آزاد رہی

کاش گلشن میں سمجھتا کوئی فریاد اس کی

اے کاش کہ گلشن میں کوئی اس کی فریاد سمجھنے والا ہوتا

لطف مرنے میں ہے باقی نہ مزہ جینے میں
کچھ مزا ہے تو یہی خون جگر پینے میں

نہ مرنے میں کوئی مزہ باقی ہے نہ مزہ جینے میں ہے
اگر کچھ مزہ باقی ہے تو صرف جگر کا خون پینے میں ہے

کتنے بیتاب ہیں جوہر مرے آئینے میں
کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں

میرے آئینے کے جوہر کتنے بے چین ہیں
اور میرے سینے میں کتنے جلوے تڑپ رہے ہیں

اس گلستاں میں کوئی دیکھنے والے ہی نہیں

مگر اس گلستان میں انھیں کوئی دیکھنے والا نہیں ہے

داغ جو سینے میں رکھتے ہوں وہ لالے ہی نہیں

وہ لالہ کے پھول جو اپنے سینے میں داغ رکھتے تھے موجود نہیں

چاک اس بلبل تنہا کی نوا سے دل ہوں
جاگنے والے اسی بانگ درا سے دل ہوں

اس تنہا بلبل کی درد بھری صدا سے دل چاک ہوں
اور اس کارواں کے گھنٹے کی آواز سے جاگنے والے دل ہوں

یعنی پھر زندہ نئے عہد وفا سے دل ہوں
پھر اسی بادۂ دیرینہ کے پیاسے دل ہوں

یعنی اس نئے عہد سے وفا کرنے پھر دل زندہ ہوں
اور اسی پرانی شراب کے دل پیاسے ہوں

عجمی خم ہے تو کیا، مئے تو حجازی ہے مری

ہمارے شراب کے مٹکے عجمی (باہر کے) ہیں تو کیا ہوا ان میں میری شراب تو حجازی ہے

نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے مری

میرا نغمہ ہندوستانی ہے تو کیا اس میں لے تو میری حجاز والی ہے

☆☆☆☆

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

ہے ہند میں ملا کو جو سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

جوابِ شکوہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
جو بھی حق بات دل کی گہرائی سے نکلتی ہے اثر انداز ہوتی ہے
پر نہیں، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے
اس کے پر نہ ہوتے ہوئے بھی وہ پرواز کی طاقت رکھتی ہے
قدسی الاصل ہے، رفعت پہ نظر رکھتی ہے
جب اس کی بنیاد پاکیزگی ہے تو وہ بلندی پر ہی نظر رکھتی ہے
خاک سے اٹھتی ہے گردوں پہ گزر رکھتی ہے
وہ زمیں کی خاک سے اٹھتی ہے اور آسمانوں سے گزرتی ہے

عشق تھا فتنہ گرو سرکش و چالاک مرا
میری چاہت جھگڑالو، باغی اور چالاک تھی
آسماں چیر گیا نالۂ بیباک مرا
مگر میرے دل سے نکلا ہوا بیباک نالہ آسماں کو چیر گیا

پیر گردوں نے کہا سن کے، کہیں ہے کوئی!
آسماں کے مرشد (خدا) نے کچھ سن کے کہا کہ کہیں کوئی ہے
بولے سیارے، سرِ عرش بریں ہے کوئی!
اور سیاروں نے بھی یہ کہا کہ کوئی ہے جو آسماں کے پرے ہے
چاند کہتا تھا نہیں، اہل زمیں ہے کوئی!
اور چاند یہ کہہ رہا تھا، نہیں وہ تو کوئی زمین کا رہنے والا ہے
کہکشاں کہتی تھی، پوشیدہ یہیں ہے کوئی!
اور کہکشاں بھی کہتی تھی کہ کوئی یہیں کہیں چھپا ہوا ہے

کچھ جو سمجھا تو مرے شکوے کو رضواں سمجھا
اگر میری شکایت اور گلے کو کوئی سمجھ پائے تو وہ رضوانؑ تھے
مجھے جنت سے نکالا ہوا انساں سمجھا
وہ پہچان گئے کہ میں وہی جنت سے نکالا ہوا آدم ہوں

تھی فرشتوں کو بھی حیرت کہ یہ آواز ہے کیا؟ عرش والوں پہ بھی کھلتا نہیں یہ راز ہے کیا؟

فرشتوں کو بھی حیرت تھی کہ ان کے آنے کی یہ کیسی آواز ہے اور آسماں والے سمجھ نہیں پائے کہ یہ کیا راز ہے

تا سرِ عرش بھی انساں کی تگ و تاز ہے کیا؟ آ گئی خاک کی چٹکی کو بھی، پرواز ہے کیا؟

آسماں کی بیکراں بلندیوں تک پہنچنے کی انساں کی یہ کیسی جدوجہد ہے کیا مٹی کی ایک چٹکی سے بنے انسان کو اتنا اونچا اڑنا آ گیا

غافل آداب سے سکانِ زمیں کیسے ہیں

اس ذات اقدس کے ادب اور لحاظ کو یہ اس زمیں کے رہنے والے بھول گئے

شوخ و گستاخ یہ پستی کے مکیں کیسے ہیں

یہ زمیں کی پستیوں میں رہنے والے ان کی شان میں کیسی شرارت اور گستاخی کر رہے ہیں

اس قدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے تھا جو مسجودِ ملائک، یہ وہی آدم ہے

اس قدر شریر ہیں کہ خدا سے بھی ناراض ہیں کیا جانتے نہیں کہ جس کو فرشتوں نے سجدہ کیا یہ وہی آدم ہے

عالمِ کیف ہے، دانائے رموزِ کم ہے ہاں! مگر عجز کے اسرار سے نامحرم ہے

یہ مستی میں ڈوبے ہیں اس لئے دانائی راز سے کم واقف ہیں ہاں مگر یہی چاہت کی باریکیوں سے ناواقف ہیں

ناز ہے طاقتِ گفتار پہ انسانوں کو

اپنی بکواس کی طاقت پر انسانوں کو ناز ہے

بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

ایسے نادان ہیں کہ ان کو بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں

آئی آواز! غم انگیز ہے افسانہ تیرا اشکِ بے تاب سے لبریز ہے پیمانہ تیرا

یہ آسماں سے آواز آئی کہ تیری کہانی درد بھری ہے تیری آنکھوں کا پیمانہ بے چین آنسوؤں سے بھرا ہوا ہے

آسماں گیر ہوا نالۂ مستانہ تیرا کس قدر شوخ زباں ہے دلِ دیوانہ تیرا

تیرا مست و بے خود ہو کر نکلا ہوا نالہ آسماں کو چھو گیا تیرے دل کی دیوانگی کیسی شرارت بھری زباں رکھتی ہے

شکر شکوے کو کیا حسنِ ادا سے تو نے

اے نبی تو نے اپنے شکوے کو کس خوبصورتی سے شکر میں بدل دیا

ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے

اور اپنے امتی کو اس قابل کر دیا کہ وہ خدا کے سامنے خود بیانی کر لے

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
ہم تو مہربانی کرنے پر راضی ہیں مگر کوئی سوال کرنے والا نہیں

راہ دکھلائیں کسے رہروئے منزل ہی نہیں
ہم کسے راہ دکھائیں کوئی منزل کی طرف جانے والا ہی نہیں

تربیت عام تو ہے، جوہر قابل ہی نہیں
تعلیم اور تربیت کا نظام عام ہے مگر کسی میں صلاحیت کا جوہر نہیں

جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں
جس سے ازسرِنو ایک اچھے انسان کی تعمیر ہو یہ وہ مٹی نہیں

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
اگر کوئی لائق اور باصلاحیت ہو تو ہم کئی طرح اس کی عزت افزائی کرتے ہیں

ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں
اگر کوئی تلاش کرنے والا ہو تو ہم اسے نت نئی دنیا دیتے ہیں

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں
ہمارے ہاتھ کمزور ہیں اور ہمارے دل خدا کو نہ ماننے کے عادی ہیں

امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
آج کے امتی کا ایسا کردار ہے کہ وہ پیغمبر کو رسوا کرنے کا سبب ہے

بت شکن اٹھ گئے، باقی جو رہے بت گر ہیں
آج بتوں کو توڑنے والے اٹھ گئے جو بچے وہ بت بنانے والے ہیں

تھا براہیم پدر اور پسر آزر ہیں
ابراہیم علیہ السلام تو باپ تھے، آج ان کے بیٹے آزر صفت ہیں

بادہ آشام نئے، بادہ نیا، خم بھی نئے
آج پینے والے نئے ہیں، شراب نئی ہے اور شراب کے مٹکے بھی نئے

حرم کعبہ نیا، بت بھی نئے، تم بھی نئے
آج کعبہ کا حرم نیا ہے تو اس میں بت نئے ہیں اور تم بھی نئے ہو

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایۂ رعنائی تھا
کبھی ایسے بھی دن تھے یہی خوبصورتی کا سرمایہ تھا

نازش موسم گل لالۂ صحرائی تھا
صحرائی لالہ بھی ایسے تھے کہ وہ پھولوں کے موسم پر ناز کرتے تھے

جو مسلمان تھا، اللہ کا سودائی تھا
جو بھی مسلمان تھا وہ صحیح معنوں میں اللہ کا دیوانہ تھا

کبھی محبوب تمہارا یہی ہرجائی تھا
اے پروردگار کبھی تیرا محبوب یہی ہرجائی انسان تھا

کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کرلو
کسی ایک جگہ بیٹھ کر اب غلام ہی رہنے کا عہد کرلو

ملت احمدؐ مرسل کو مقامی کرلو
اور جہاں گیر احمد مرسل کی ملت کو علاقائی بنالو

کس قدر تم پر گراں صبح کی بیداری ہے
صبح اٹھ کر فجر کی نماز پڑھنا تم کو کتنا بھاری پڑتا ہے
ہم سے کب پیار ہے؟ ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
تمہیں اپنے خدا سے کب پیار ہے تمہیں تو نیند پیاری ہے
طبع آزاد پہ قید رمضاں بھاری ہے
تمہاری آزاد طبیعت پر رمضان کے روزوں کی قید بھاری ہے
تمہیں کہدو یہی آئین وفاداری ہے
تو تمہیں بتاؤ کہ کیا وفاداری نبھانے کا یہی دستور ہے

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
قوم کی شناخت مذہب سے ہے، اگر مذہب نہیں ہے تو تم بھی کچھ نہیں ہو
جذب باہم جو نہیں، محفل انجم بھی نہیں
اگر آپس میں میل جول کا جذبہ نہیں تو تاروں کے جمگھٹ کی طرح تمہاری محفل نہیں

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن، تم ہو
جن کو دنیا میں علم و ہنر اور کوئی فن نہیں آتا وہ تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
جس قوم کو اپنے گھروں اور آشیانوں کے بچانے کی پرواہ نہیں وہ تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن! تم ہو
جن پر ہر وقت بجلیاں گر کر سکون پاتی ہیں وہ ٹھکانے تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو
جو اپنے بزرگوں کے مقبرے اور مزار بیچ کھاتے ہیں وہ تم ہو

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کرکے
جو تم قبروں کی تجارت کر رہے ہو اس کے لئے بدنام ہو
کیا نہ بیچوگے؟ جو مل جائیں صنم پتھر کے
تو پھر کیا تم پتھر کے بت ملیں تو ان کو بھی نہیں بیچوگے

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟
اس دنیا کے صفحے سے جھوٹ اور باطل کو کس نے مٹایا
نوع انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے؟
بنی نوع انسان کو غلامی سے کس نے نجات دی
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟
میرے کعبے کو اپنی پیشانی کے سجدوں سے کس نے بسایا
میرے قرآن کو سینے سے لگایا کس نے؟
اور میرے بھیجے گئے قرآن کو کس نے سینے سے لگایا

تھے تو آبا وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟
یہ تمہارے باپ دادا کی خوبیاں تھیں، مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو!
کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے مستقبل کے منتظر ہو

کیا کہا؟ بہر مسلماں ہے فقط وعدۂ حور
شکایت کے طور پر کیا کہا کہ مسلماں کے لئے فقط حور کا وعدہ ہے

شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور
اگر کوئی جھوٹی شکایت بھی کرے تو سمجھ ضروری ہے

عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور
ابتدا سے ہی ہستیوں کو وجود میں لانے والے کا دستور انصاف ہے

مسلم آئیں ہوا کافر تو ہے حور و قصور
مسلم کا دستور کافر ہوا تو اس کے لئے حسینائیں اور محلات ہیں

تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
تم لوگوں میں حسین عورتوں کو کوئی چاہنے والا نہیں ہے

جلوۂ طور تو موجود ہے موسیٰؑ ہی نہیں
کوہ طور کا جلوہ تو موجود ہے مگر کوئی موسیٰؑ نہیں ہے

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
اس قوم کا فائدہ بھی ایک ہے نقصان بھی ایک ہے

ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
سب کا ایک ہی نبی ہے تو دین بھی ایمان بھی ایک ہے

حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
حرم پاک ایک ہے اللہ بھی ایک ہے قرآن بھی ایک

کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک
تو اس میں کچھ بڑی بات نہیں تھی کہ مسلمان بھی ایک ہوتے

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں!
مسلمانوں میں کہیں فرقہ بندی ہے تو کہیں الگ الگ ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟
اگر ایسا ہے تو کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار
وہ کون ہے جو رسول مختار ﷺ کے دستور کو ترک کرنے والا ہے

مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار
کس کے عمل کا معیار مصلحت وقت کے مطابق ہے

کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار
کس کی آنکھوں میں غیر لوگوں کا طریقہ زندگی سمایا ہے

ہوگئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار
اور وہ کس کی نگاہ ہے جو اپنے بزرگوں کے طریقے سے بیزار ہے

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
دلوں میں گرماہٹ نہیں ہے اور روح احساس سے خالی ہے

کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں
کیا تمہیں محمد ﷺ کے پیغام کا کچھ بھی پاس نہیں ہے

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا، تو غریب

اگر مسجدوں میں جا کر نمازیں پڑھتے ہیں تو صرف غریب لوگ

زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارہ، تو غریب

اور روزہ رکھنے کی جو زحمت گوارہ کریں تو صرف غریب

نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا، تو غریب

اگر کوئی ہمارا نام لیتے ہیں تو صرف غریب لوگ

پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا، تو غریب

اور تمہارے عیبوں کا کوئی پردہ رکھتا ہے تو صرف غریب لوگ

امرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے

امیر لوگ دولت کے نشے میں ہم کو بھولے ہوئے ہیں

زندہ ہے ملت بینا غربا کے دم سے

اگر یہ روشن ملت زندہ ہے تو غریبوں کے دم سے ہے

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی

قوم کے مولوی اور واعظ میں وہ پہلے جیسی پختہ خیالی نہیں رہی

برق طبعی نہ رہی، شعلہ مقامی نہ رہی

بجلی جیسی طبیعت نہیں رہی اور شعلہ بیانی نہیں رہی

رہ گئی رسمِ اذاں، روحِ بلالیؓ نہ رہی

صرف اذان کی رسم رہ گئی اس میں بلالیؓ روح نہیں رہی

فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی

صرف فلسفہ رہ گیا اس میں امام غزالی جیسی نصیحت نہیں رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

مسجدیں رو رہی ہیں کہ ان میں نمازی نہیں رہے

یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے

یعنی اعلیٰ صفات رکھنے والے حجازی (مکی مدنی) نہیں رہے

شور ہے ہوگئے دنیا سے مسلماں نابود

چاروں طرف شور ہے کہ دنیا سے مسلماں مٹ گئے

ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود؟

ہم تو یہ کہتے ہیں کیا مسلم کہیں موجود بھی تھے؟

وضع میں تم ہو نصاریٰ، تو تمدن میں ہنود

تم نے تو صورتیں عیسائیوں جیسی بنائیں اور رہنے کا طریقہ ہندو کا لیا

یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود!

یہی وہ مسلماں ہیں جن کو دیکھ کر یہودی بھی شرماتے ہیں

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو

یوں تو تم سید بھی کہلاتے ہو، مرزا بھی ہو اور افغان بھی ہو

تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ کہ، مسلمان بھی ہو

تم یہ سب کچھ ہو لیکن بتاؤ کیا تم مسلمان بھی ہو

دمِ تقریر تھی مسلم کی صداقت بے باک
تقریر کرتے ہوئے مسلم کی سچائی بے باک تھی

عدل اس کا تھا قوی، لوثِ مراعات سے پاک
اس کا انصاف مضبوط تھا اور اقربا پروری سے پاک تھا

شجرِ فطرتِ مسلم تھا حیا سے نمناک
مسلم کی فطرت کا درخت حیا کی نمی سے گیلا تھا

تھا شجاعت میں وہ اک ہستیِ فوق الادراک
اور بہادری میں عقل سے باہر کوئی ہستی مانا جاتا تھا

خود گذاری نم کیفیت صہبا لیش بود
تیرے اخلاقی برتاؤ میں خمار کی ٹھنڈی کیفیت ہونی چاہئے

خالی از خویش شدن صورت مینا لیش بود
تیرا ذہن خالی نہیں ہونا چاہئے اگرچہ مینا خالی ہوجائے

ہر مسلماں رگِ باطل کے لئے لشکر تھا
پہلے ہر مسلمان جھوٹ (باطل) کی صفوں کے مقابل ایک لشکر تھا

اس کے آئینۂ ہستی میں عمل جوہر تھا
اس کی زندگی کے آئینے کا جوہر عمل تھا

جو بھروسہ تھا اسے قوتِ بازو پر تھا
اگر اسے بھروسہ تھا صرف اپنے بازو کی طاقت پر تھا

ہے تمہیں موت کا ڈر، اس کو خدا کا ڈر تھا
تمہیں تو موت کا ڈر ہے اسے صرف خدا کا ڈر تھا

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
باپ کا علم اگر بیٹے کو یاد نہیں ہو

پھر پسر قابل میراث پدر کیوں کر ہو؟
تو اس بیٹے کو اس کے باپ کی میراث کیوں ملنی چاہئے

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے
ہر کوئی کاہلی اور تن آسانی کی خواہش میں مست ہے

تم مسلماں ہو؟ یہ انداز مسلمانی ہے؟
کیا تم مسلمان ہو؟ کیا یہی انداز مسلمانی ہے؟

حیدری فقر ہے، نے دولت عثمانی ہے
نہ علی حیدرؓ جیسی فقیری ہے نہ عثمان غنیؓ جیسی دولت مندی

تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟
تو تم کو اپنے بزرگوں سے کیا روحانی نسبت ہے؟

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
وہ لوگ مسلمان ہوکر زمانے میں عزت والے تھے

اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر
اور قرآن کو چھوڑ کر تم ذلیل و خوار ہوئے

تم ہو آپس میں غضب ناک وہ آپس میں رحیم
تم آپس میں غصے سے لڑتے ہو اور وہ آپس میں مہربان تھے

تم خطا کار و خطابیں، وہ خطا پوش و کریم
تم خطا کرنے والے اور خطا دیکھنے والے اور وہ خطا کو چھپانے والے کریم

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوج ثریا پہ مقیم
سب یہ چاہتے ہیں کہ ستاروں کے جھرمٹ کی بلندی پر قیام کریں

پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلب سلیم!
مگر پہلے کوئی ویسا سادہ مزاج دل تو پیدا کرے

تخت فغفور بھی ان کا تھا سریرِ کَے بھی
مغفرت والا تخت بھی ان کا تھا اور کتنی حکومت بھی

یوں ہی باتیں ہیں کہ، تم میں وہ حمیت ہے بھی؟
تم یوں ہی باتیں کرتے ہو کہ تم میں وہ شرم و غیرت بھی ہے

خودکشی شیوہ تمہارا، وہ غیور و خوددار
تم تو خودکشی کر لیتے ہو اور وہ غیرت والے اور خوددار

تم اخوت سے گریزاں، وہ اخوت پہ نثار
تم بھائی چارے سے دور بھاگتے ہو اور وہ بھائی چارے پر قربان

تم ہو گفتار سراپا، وہ سراپا کردار
تم تو سراسر بکواس کرتے ہو اور وہ پورے کردار میں ڈھلے ہوئے

تم ترستے ہو کلی کو، وہ گلستان بکنار
تم ایک ایک کلی کو ترستے ہو اور ان کے نزدیک پورا گلستان ہے

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
تمام قوموں کو اب تک ان کی کہانیاں یاد ہیں

نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی
زندگی کے ہر صفحے پر ان کی صداقت لکھی ہوئی ہے

مثلِ انجم افقِ قوم پہ روشن بھی ہوئے
وہ ستاروں کی طرح قوم کے افق پر روشن بھی ہوئے

بُتِ ہندی کی محبت میں برہمن بھی ہوئے
ہندوستان کے بتوں کی محبت میں برہمن جیسے بھی ہو گئے

شوقِ پرواز میں مہجورِ نشیمن بھی ہوئے
اپنے پرواز کے شوق میں اپنے ٹھکانوں سے ہجرت بھی کی

بے عمل تھے ہی جواں، دین سے بدظن بھی ہوئے
جوان تو بے عمل تھے ہی، دین سے بھی بیزار ہو گئے

ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا
نئی تہذیب نے ان کو ہر پابندی سے آزاد کر دیا

لا کے کعبے سے صنم خانے میں آباد کیا
اور ان بتوں کو کعبے سے لا کر بتخانوں میں آباد کر دیا

قیس زحمت کشِ تنہائی صحرا نہ رہے
شہر کی کھائے ہوا، بادیہ پیما نہ رہے

مجنوں بھی اب ایسے نہیں کہ صحرائی تنہائی کی تکلیف سہیں
صرف شہر کی آبادی کی ہوا کھائے جنگل ناپنے والا نہ رہے

وہ تو دیوانہ ہے، بستی میں رہے یا نہ رہے
یہ ضروری ہے حجابِ رخِ لیلیٰ نہ رہے

وہ تو پاگل ہے چاہے بستی میں رہے یا نہ رہے
آج یہ ضروری ہے کہ لیلیٰ کے چہرے پر نقاب نہ رہے

گلۂ جور نہ ہو، شکوۂ بیداد نہ ہو

ظلم کی شکایت نہ ہو اور ستم کا بھی شکوہ نہ ہو

عشق آزاد ہے کیوں حسن بھی آزاد نہ ہو؟

اگر چاہنے والے آزاد ہیں تو حسینوں کو بھی آزاد کیوں نہیں ہونا چاہئے

عہدِ نو برق ہے، آتش زنِ ہر خرمن ہے
ایمن اس سے کوئی صحرا، نہ کوئی گلشن ہے

نیا زمانہ بجلی کی طرح ہے جو ہر ٹھکانے کو جلا رہا ہے
اس سے کوئی ریگستاں اور کوئی گلستان محفوظ نہیں

اس نئی آگ کا اقوامِ کہن، ایندھن ہے
ملّتِ ختمِ رسل شعلہ بہ پیراہن ہے

اس نئی آگ کا ایندھن پرانی قومیں اور روایات ہیں
خاتم النبیؐ کی ملت بھی شعلوں کا لباس پہنے ہے

آج ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا

آج اگر ہم میں بھی ابراہیم علیہ السلام جیسا ایمان پیدا ہو

آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

تو آج بھی آگ کی یہ وادی گلستان کا انداز اختیار کرسکتی ہے

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی
کوکبِ غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی

آج حالات کا یہ رنگ دیکھ کر چمن کے مالی کو پریشان نہیں ہونا چاہئے
غنچوں کے ستاروں سے شاخیں چمکنے والی ہیں

خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستان خالی
گل بر انداز ہے خونِ شہدا کی لالی

ہر طرح کے کچرے سے گلستاں خالی ہوگیا ہے
شہیدوں کے خون کی لالی پھولوں کے انداز میں بدلی

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے

دیکھو تو ذرا کہ آسمان کا رنگ سرخ ہے

یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

اس لئے کہ یہ سورج کے نکلتے وقت افق کی شفق ہے

امتیں گلشن ہستی میں ثمر چیدہ بھی ہیں　　اور محروم ثمر بھی ہیں، خزاں دیدہ بھی ہیں

آج امتیں زندگی کے چمن میں پھل بھی پا رہی ہیں　　اور پھلوں سے محروم بھی ہیں کہ خزاں کو دیکھ رہی ہیں

سینکڑوں نخل ہیں، کاہیدہ بھی، بالیدہ بھی ہیں　　سینکڑوں بطنِ چمن میں ابھی پوشیدہ بھی ہیں

سینکڑوں درخت ہیں جن میں کوئی کچا بھی ہے کوئی پک بھی گیا ہے　　اور سینکڑوں ایسے ہیں جو چمن کے بطن میں ابھی پوشیدہ ہیں

نخلِ اسلام نمونہ ہے برو مندی کا

لیکن اسلام کا درخت ٹھنڈک اور خوش گواری کا نمونہ ہے

پھل ہے یہ سینکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا

کیونکہ یہ نتیجہ سینکڑوں صدیوں کی چمن سنوارنے کی محنت کا ہے

پاک ہے گردِ وطن سے سر داماں تیرا　　تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا

تیرے دامن میں وطن کی گرد نہیں لگی ہے　　کیونکہ تو ایسا یوسف ہے کہ تیرے لئے ہر مصر کنعاں جیسا ہے

قافلہ ہو نہ سکے گا کبھی ویراں تیرا　　غیر یک بانگ درا کچھ نہیں ساماں تیرا

تیرا قافلہ کبھی ویران نہیں ہوسکے گا　　سوائے گھنٹے کی آواز کے تیرے پاس کوئی سامان نہیں

نخل شمع ہستی و در شعلہ دور ریشۂ تو

شمع کی مانند اک درخت ہے پھر بھی تو شعلوں سے ڈرتا ہے

عاقبت سوز بود سایۂ اندیشۂ تو

اپنے آخری انجام کو پہنچ گیا ہے اور اپنے سائے سے بھی ڈرتا ہے

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے　　نشۂ مئے کو تعلق نہیں پیمانے سے

ایران کے مٹ جانے سے تو نہیں مٹ جائے گا　　شراب کے نشے کا تعلق پیمانے سے نہیں ہے

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے　　پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

یہ تاتاریوں کے حملوں کے افسانوں سے ظاہر ہے　　کہ کعبے کی حفاظت کرنے والے بتخانوں سے مل گئے

کشتیِ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے

اس زمانے میں حق کی کشتی کا سہارا تو ہی ہے

عصر نو رات ہے دھندلا سا ستارہ تو ہے

نیا دور رات کی طرح ہے جس میں تو ایک دھندلے ستارے کی طرح ہے

ہے جو ہنگامہ بپا یورشِ بلغاری کا
غافلوں کے لئے پیغام ہے بیداری کا

آج جو ہنگامہ بلغاریوں کے حملے کا بپا ہے
یہ سونے والوں کو جگانے کا ایک پیغام ہے

تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا
امتحاں ہے ترے ایثار کا، خودداری کا

تو سمجھ رہا ہے کہ یہ دل دکھانے کا کوئی سامان ہے
یہ تو تیری قربانی اور خودداری کا امتحان ہے

کیوں ہراساں ہے صہیلِ فرسِ اعدا سے

دشمنوں کے گھوڑوں کی آواز سے کیوں گھبرا رہا ہے

نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعدا سے

حق کا نور دشمنوں کی بھاری تعداد سے بھی بجھ نہ سکے گا

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری

تیری حقیقت دوسری قوموں کی آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے
ابھی زندگی کی محفل کو تیری ضرورت ہے

زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری
کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری

اس زمانے کو تیرے عمل کی حرارت زندہ رکھتی ہے
تیری خلافت امکانات کی قسمت کا ستارہ ہے

وقت فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے

ابھی فرصت کا وقت کہاں ہے ابھی بہت کام باقی ہے

نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

توحید کے نور کو پھیلانے کا کام تمام کرنا ابھی باقی ہے

مثلِ بو قید ہے غنچے میں، پریشاں ہوجا
رخت بردوش ہوائے چمنستاں ہوجا

تو غنچے میں خوشبو کی طرح قید ہے تو بکھر جا
اپنے کاندھے پر چمن کی ہوا لے کر چلنے والا ہوجا

ہے تنک مایہ، تو ذرے سے بیاباں ہوجا
نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہوجا

تیری قیمت کم ہے تو ذرے سے بیاباں بن جا
ایک ہلکی موج کے راگ سے طوفانی ہنگامہ بن جا

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے

اپنی اللہ کی چاہت کی قوت سے ہر پستی کو اونچا کردے

دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کردے

دنیا میں محمد ﷺ کے نام سے اجالا پھیلا دے

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

اگر یہ پھول نہ ہو تو بلبل کا ترنم اور نغمہ نہیں ہوگا دنیا کے چمن میں کلیوں کا مسکرانا بھی نہیں ہوگا

یہ نہ ساقی ہو تو پھر مئے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو

اگر شراب پلانے والا نہ ہو تو شراب بھی نہ ہو مئے بھی نہ ہو اگر وحدانیت کی بزم دنیا میں نہ ہو تو تم بھی نہیں ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے

آسمانوں کا خیمہ اسی توحید کے نام سے جما ہوا ہے

نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

زندگی کی نبض میں حرارت اسی توحید کے نام سے ہے

دشت میں، دامن کہسار میں، میدان میں ہے بحر میں، موج کی آغوش میں، طوفان میں ہے

جنگل میں، پہاڑوں کے دامن میں اور میدانوں میں ہے سمندر میں اس کی موج کی گود میں اور طوفان میں ہے

چین کے شہر، مراقش کے بیابان میں ہے اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے

چین کے شہروں میں بھی ہے اور مراقش کے ویرانوں میں ہے یہ مسلمان کے ایمان میں بھی چھپی ہوئی ہے

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے

قوموں کی آنکھیں یہ منظر ابد تک دیکھیں گی

رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا اس کی شان بلندی دیکھیں

مردمِ چشمِ زمیں، یعنی وہ کالی دنیا وہ تمہارے شہدا پالنے والی دنیا

زمین کی آنکھ کی تپلی یعنی وہ کالی دنیا اور وہ تمہارے شہیدوں کو پالنے والی دنیا

گرمیِ مہر کی پروردہ، ہلالی دنیا عشق والے جسے کہتے ہیں بلالیؓ دنیا

مہربانیوں کی گرمی سے پالی ہوئی ہلالی دنیا اللہ کو چاہنے والے جس کو کہتے ہیں بلالیؓ دنیا

تپش اندوز ہے اس نام سے پارے کی طرح

اس توحید کے نام سے گرم ہو کر پارے کی طرح کھول رہی ہے

غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح

اور آنکھ کے تارے کی طرح نور میں ڈوب گئی ہے

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش! خلافت ہے جہانگیر تری

تیری عقل ڈھال ہے اور تیری چاہت تلوار ہے
اے میرے درویش! تیری خلافت جہاں پر چھائی ہے

ماسوا اللہ کے لئے، آگ ہے تکبیر تری
تو مسلماں ہے تو تقدیر ہے تدبیر تری

جواللہ کے غیر ہیں ان کے لئے تیری تکبیر آگ کی طرح ہے
اگر تو مسلماں ہے تو تیری ہر تدبیر ہی تقدیر ہے

کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں

اگر تونے محمد ﷺ سے وفاداری کی تو ہم بھی تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

یہ دنیا کیا چیز ہے لوح و قلم بھی تیرے لئے ہیں

☆☆☆☆

علامہ اقبال کے ہندوستانی ترانے کی

ہندوستانی مسلمانوں کے غم کی ترجمانی کرتی تضمین

گردش میں آ چلا ہے اب کارواں ہمارا
کوئی نہیں رہا کیوں اب مہرباں ہمارا
ہرحال میں ہوا ہے دشمن زماں ہمارا
لاکھوں ستم اٹھائے پھر بھی یہی پکارا

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

کیوں ہم سے بدگمانی کیوں ہم سے بیر رکھنا
ایمان اور وفا کی چھاتی پہ پیر رکھنا
مسجد کو روند دینا، نظروں میں دیر رکھنا
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا
سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

عنبؔر کو مسکرائے گزریں ہزار صدیاں
اب تو گزر رہی ہیں پژمردگی میں گھڑیاں
پھولوں کا ذکر ہی کیا مرجھا رہی ہیں کلیاں
گودی میں کھیلتی ہیں اس کی ہزار ندیاں

گلشن ہے جن کے دم سے رشک جناں ہمارا
سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

تضمین نگار........امیر اللہ عنبر خلیقی

''اقبالیات''

علامہ اقبالؒ کے مصرع ''ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے'' کی روشنی میں

''کردارِ مسلم''

مثبت کردار:

جہانِ رنگ و بو میں دین حق کا پاسباں تو ہے
ہے گر مرد مجاہد، حاصل کون و مکاں تو ہے
بڑھا کر رفت کی قوت زمانے پر یہ ثابت کر
''ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے

حفیظ نور ایمانی متاع دو جہاں تو ہے
جہاں دنیا ٹھہر جائے وہاں گرم رواں تو ہے
تو عالم ہے، مجاہد ہے، تو زاہد ہے، تو تاجر ہے
ہے فضل حق بہر پہلو زمانے میں عیاں تو ہے

اگر وسعت پہ آجائے تو بحر بیکراں تو ہے
کبھی کہنے پہ آجائے تو پھر جادو بیاں تو ہے
جدال زندگی میں قہر ہے، محشر بداماں بھی
سلوک زندگی میں نفس مومن مہرباں تو ہے

منفی کردار:

مگر کردار حق چھوڑا تو پھر بار گراں تو ہے
برائی میں نمایاں ہے بھلائی میں نہاں تو ہے
جہاں کی رنگ رلیوں میں رہا ہے مست اور بے خود
اگر دیکھے کبھی مڑ کر تو دنیا میں کہاں تو ہے

مسلماں کیوں ہر اک عنوان کا سادہ بیاں تو ہے
نہیں باقی تری قیمت متاع رایگاں تو ہے
ترا کردار وابستہ نہیں اک ذوق ایماں سے
بھلائی جاچکی ہے دیر سے وہ داستاں تو ہے

جہاں انسانیت آنسو بہائے شادماں تو ہے
برے ماحول، گندی محفلوں کے درمیاں تو ہے
روابط میں ضوابط میں ترا کردار گندہ ہے
تبسم تیرا شیوہ تھا کبھی، اب اک فغاں تو ہے

جہانِ رنگ و بو میں کچھ نہیں پستی ہی پستی ہے
پلٹ آ اب ترے کردار کو دنیا ترستی ہے

امیر اللہ عنبر خلیقی

''اقبالیات''

علامہ اقبالؒ کے مصرع ''نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں'' کے تاثر میں

''واپسی''

بہت سے ڈھونڈھتے رہ جاتے ہیں خوابوں کی تعبیریں
بناتے ہیں کئی امید کی ذہنوں میں تصویریں
کچھ ایسے ہیں کہ جن کے ذہن میں لالچ کی تعمیریں
مگر کیا بات ہے حاصل نہیں کچھ ان کی تاثیریں

یہ قرآں روشنی دیتا ہے کہ ایماں کو اپناؤ
عمل کو تھام رکھو، صاحب کردار بن جاؤ
خلوص و صدق کو، اخلاق کو، دنیا میں پھیلاؤ
دلوں میں جذبۂ عشق و وفا کی آگ بھڑکاؤ

جہاد زندگی اور قول صادق کی ضرورت ہے
دل بیمار کو پھر ایک حاذق کی ضرورت ہے
کہے جو سچ ہمیشہ ایسے ناطق کی ضرورت ہے
سلگتے دور میں کردار سابق کی ضرورت ہے

یہ سب کردار اور قول و عمل وابستہ مومن سے
خلوص، اخلاق بھی ہوتے ہیں سب ہم رشتہ مومن سے
جہادوں کی فضا ہوجاتی ہے صف بستہ مومن سے
قد آور کانپنے لگتے ہیں قد میں پستہ مومن سے

اسی مومن کے بارے میں مرے اقبالؔ کہتے ہیں
''نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

امیر اللہ عنبر خلیقی

”اقبالیات“

علامہ اقبالؒ کے مصرع
”جس کو دنیا میں نہیں آتا کوئی فن تم ہو“ کے تاثر میں

نام نہاد مسلمانو! تم کیا ہو؟

جس کو دنیا میں نہیں آتا، کوئی فن، تم ہو
جو ہے اخلاق سے خالی، وہی دامن، تم ہو

برق اغیار کی جو جھیلے وہ، خرمن، تم ہو
صرف بجتا رہے، خالی ہو، وہ برتن، تم ہو

نام ہے شیخ مگر پورے برہمن، تم ہو
رزم میں موم ہو، لیکن نہیں، آہن، تم ہو

دوسرا کوئی نہیں، اپنے ہی دشمن، تم ہو
اپنے کردار سے ہی دنیا کی، الجھن، تم ہو

جس میں ملتا نہ سکوں ہو، وہی آنگن تم ہو
جس سے انگارے برستے ہوں وہ ساون تم ہو

ارتقا والے افق پر، کہاں روشن، تم ہو
جس میں دھندلا نظر آئے، وہی درپن، تم ہو

کوئی جولانی نہیں تم میں تو، بے من، تم ہو
ہر برائی جہاں پنپے، وہی مسکن، تم ہو

درد اور رنج و الم سے یہی کہتا عنبرؔ
دفن ہیں جس میں روایات، وہ مدفن، تم ہو

امیر اللہ عنبرؔ خلیقی

عنبر انٹرپرائزس
قبرستان روڈ، مومن پورہ، ناگپور